اسلامی نظامِ تعلیم کا مقصد

پروفیسر محمد سلیم صاحب

(۲)

نظریہ خلافت کے تحت جب افراد کی نئی ذہنی تشکیل ہوتی ہے تو نئے قسم کا معاشرہ معرضِ وجود میں آتا ہے۔ ہدایت الٰہی کی رہنمائی میں پروردہ افراد مغرب کے لادینی اور بے قید معاشرہ کے افراد سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں، وہ رحمدل اور خدا ترس ہوتے ہیں، وہ ضبط نفس پر کاربند ہوتے ہیں، وہ خوش اخلاق اور ہمدرد ہوتے ہیں، وہ حُسنِ عمل اور حسنِ کردار کے مجسمہ ہوتے ہیں، وہ ہردم دوسروں کو نفع پہنچانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اکل حلال اور کسب حلال پر عامل ہوتے ہیں۔ ادائے حقوق عباد پر متوجہ رہتے ہیں۔ مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں۔ تسلیم و رضا کے خوگر ہوتے ہیں۔ ہر معاملہ میں امین اور دیانت دار ہوتے ہیں۔ ان کو دنیا میں ہی نفسِ مطمئنہ کی نعمت حاصل ہو جائے گی۔

ایسے افراد سے مل کر جو معاشرہ قائم ہوتا ہے، وہ با اخلاق اور فلاحی معاشرہ ہوتا ہے۔ وہاں امن و امان ہوتا ہے۔ وہاں افراد کو سکون و طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ ہر فرد کو فکر و عمل کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ تاہم وہ معاشرہ کے اجتماعی مقاصد کا محافظ ہوتا ہے۔ وہاں نیکیاں فروغ پاتی ہیں اور برائیاں مٹ جاتی ہیں۔ معاشرہ خود ہی کفالت عامہ کے طریق پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ عدل اجتماعی پر کاربند ہوتا ہے۔ وہاں افراد کے حقوق محفوظ رہتے ہیں۔ صحیح معنوں میں ایک صالح معاشرہ اور ایک صالح تمدن وہاں برپا ہوتا ہے۔ ایسے معاشرہ میں انسان "حیات طیبہ" کی نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے۔

ان تصریحات کی روشنی میں یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلامی نظامِ تعلیم

کا مقصد ہے۔

۱۔ انسانوں کو انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے خلافت کے فرائض ادا کرنے کے قابل بنانا ہے۔

۲۔ انسانوں کو وہ علمی، عملی اور اخلاقی تعلیم اور تربیت دینی ہے کہ وہ منصب خلافت کے اہل ہو سکیں۔

۳۔ ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جہاں افراد کو طمانیت قلب حاصل ہو اور معاشرہ حیات طیبہ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو۔

۴۔ اسلامی معاشرہ قائم کرنا ہے اور اسلامی معاشرہ کو مردان کار مہیا کرنا ہے۔

۵۔ اسلامی اصطلاح کے مطابق رضائے الٰہی کا حصول ہے تاکہ انسان آخرت میں مالک حقیقی کے سامنے سرخ رُو ہو سکے۔

اسلامی نصابیات کے اصول بھی تصور خلافت سے ہی مستنبط ہیں۔ خلافت کے تصور میں تین حقیقتیں پنہاں ہیں۔ اللہ، انسان اور زمین۔ خلافت کے فرائض کا تعلق ان تین حقیقتوں سے ہے۔ اسلامی نصاب تعلیم کا تعلق بھی ان تین حقیقتوں سے ہے۔

۱۔ بنیادی طور پر انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا معلوم کرنا اس کے بنیادی فرائض ہی میں داخل ہے تاکہ اس رہنمائی کی روشنی میں وہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرے کہ خلافت کے تقاضے پورے ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا انسان کی زندگی کا منتہائے مقصود ہے۔ رضائے الٰہی معلوم کرنے میں مجرد عقل ناکام اور عاجز ہے۔ یہاں وحی الٰہی دستگیری کرتی ہے۔ عقل و وحی میں تضاد نہیں ہے جیسا کہ مغرب کے حکماء کو غلط فہمی لاحق ہو گئی ہے۔ بلکہ وحی سے عقل کی تکمیل ہوتی ہے۔ وحی عقل کے لیے صحیح دائرہ کار مقرر کرتی ہے۔ وحی الٰہی کی آخری کتاب قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی

؎ انسانوں کے وضع کردہ مقاصد تعلیم کے مقابلہ میں اسلامی تعلیمی مقاصد آفاقی اور عالمگیر ہیں۔ وہ گروہی اور وطنی اعتراض سے پاک ہیں۔ وقتی اور ہنگامی مقاصد سے بلند و برتر ہیں۔ اس نظامِ تعلیم کی بنیاد وحدتِ خالق، وحدتِ مخلوق، اور آخرت کی جوابدہی جیسے ازلی اور ابدی اصولوں پر قائم ہے، زمان و مکان، اقوام و ادیان کی قیود و حدود سے بالا ہیں۔ ان سے سیراب ہو کر نگاہ وسیع اور قلب فراخ حوصلہ ہو جاتا ہے۔

کے علم کو عام کر دیا ہے۔ آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت الٰہی کا بہترین عملی مظاہرہ اپنی زندگی میں پیش کر دیا ہے۔ انسانوں کے لیے صحیح صراطِ مستقیم بتا دی ہے۔ اب اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا واحد راستہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں منحصر ہے۔

خلافت کے فرائض ہدایت الٰہی سے معلوم ہوتے ہیں اور سنت رسول سے ان کی عملی تشکیل ہوتی ہے۔ اس لیے اُن کا سیکھنا اور سکھانا ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق علم دین ——— ہدایت الٰہی ——— کا سیکھنا بھی عبادت ہے اور اس کا سکھانا بھی عبادت ہے۔ درس و تدریس میں مشغول استاد و شاگرد عبادت الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔ کوئی دنیوی غرض اور منفعت ان کے پیش نظر نہیں ہوتی۔ دونوں دینی جذبہ سے سرشار ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں ذہنی کیفیات یکسر تبدیل ہو جاتی ہیں۔ استاد سراپا رحمت اور شفقت بن جاتا ہے۔ طالب علم سراپا خلوص اور فرمانبرداری بن جاتا ہے۔ آج کی لادینی درس گاہوں کے ماحول میں یہ طرزِ عمل کتنا اجنبی اور بعید نظر آتا ہے۔

دوسری اقوام کے نزدیک علم کا مفہوم صرف "علم الاشیاء" تک محدود ہے۔ یہ معاشرتی علوم۔ یہ سائنسی علوم سب علم الاشیاء کی تفسیریں ہیں۔ اس لیے اُن کے نزدیک علم کا حاصل کرنا نہ زندگی کی ضرورت ہے نہ لازمہ حیات ہے بلکہ محض تزئین و تحسین حیات ہے۔ اسلام کے نزدیک علم فی الحقیقت علم ہدایت ہے۔ اس کے نزدیک علم دین حاصل کرنا زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ علمِ دین حاصل کرنا لباس اور خوراک سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ لباس و خوراک بقائے جسم کا ضامن ہے۔ علمِ دین اخلاق اور روحانیت کا ضامن ہے۔ جس کے تحفظ کے بعد ہی وہ حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔ یہی وہ علم ہے جو انسان کا مقام کائنات میں متعین کرتا ہے۔ اس کی عظیم ذمہ داریوں سے اس کو آگاہ کرتا ہے۔ اُس کی بے پناہ صلاحیتوں اور توانائیوں کے لیے صحیح میدانِ عمل تجویز کرتا ہے۔ اس سے بے بہرہ رہنا حیوان رہنے کے مترادف ہے۔ اس لیے علمِ دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض عین ہے۔ سب سے پہلے اسلام نے دنیا میں تحصیلِ علم کو لازمی قرار دیا ہے۔

ہدایتِ الٰہی یا علم دین کلام الٰہی اور سنتِ رسول سے عبارت ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق قرآن اور سنّت نے واضح ہدایات دی ہیں۔ علمائے کرام نے سہولت کی خاطر ان ہدایات کو چند بڑے بڑے عنوانات کے تحت جمع کر دیا ہے۔ عقائد، عبادات، معاملات (علوم معاشرت) جرم و سزا

(قوانین) آداب معاشرت، احسان و اخلاص۔ اختصار کے طور پر ان تعلیمات کو شریعت کے جامع لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

انسانی زندگی کے لیے اس شریعت کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ عقل انسانی اپنی محدودیت کی بناء پر ایک فرد کے تمام مصالح اور ذرائع حصول مصالح کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ معاشرہ یا نوع بشر کے مصالح زمان و مکان کی وسعتوں میں احاطہ کرنے سے بدرجۂ اولیٰ عاجز ہے۔ یہ عظیم کام اس کی بساط سے باہر ہے۔ عقل انسانی آئے دن سابق قانون کو منسوخ اور جدید قانون کو نافذ کرتی رہتی ہے۔ یہ ہر دم کا تغیر اس کی عدم رسائی حقیقت کا زندہ ثبوت ہے۔ انسانی وسائل کو جاننے والے علیم و خبیر خداوند تعالیٰ نے یہ ہدایت اپنے برگزیدہ نبی کے ذریعے تمام انسانوں کو عطا کر دی ہے۔ اس ہدایت میں افراد، معاشرہ اور نوع کے مادی، جسمانی، اخلاقی، روحانی تمام تقاضوں اور مصالح کو بڑی گہرائی سے ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس وجہ سے شریعت پر عمل پیرا معاشرہ میں نہ اضطراب ہے نہ اختلال ہے نہ ہی باہمی تصادم۔ بلکہ امن و سکون اور طمانیت کا ضامن ہے۔ یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر چل کر تمام انسان منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ ہدایت انسانوں کے تمام دکھوں کا مداوا ہے۔ اکسیر اعظم ہے۔ اس لیے اس کا سیکھنا سکھانا فرض عین ہے۔ ہر قوم، ہر ملک اور ہر زمانے کے مسلمانوں کے لیے یہ ہدایتی حصہ ——— شریعت کی تعلیم ——— اسلامی نصاب تعلیم کا اوّلین جزو رہا ہے۔

۲۔ انسان کو خلافت کے فرائض انسانوں کے معاشرہ میں انجام دینے ہیں۔ اس لیے افراد اور معاشرہ سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا اس کام کے لیے نہایت ضروری ہے۔ تاکہ وہ بہتر طریقہ پر معاملہ کر سکیں۔ انسانوں کی کد و کاوش نے مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں جو معاشرتی علوم ترتیب دیے ہیں اور معلومات بہم پہنچائی ہیں، وہ سب قابل قدر ہیں۔ اسلام ان کوششوں کو نہ رد کرتا ہے اور نہ ان کی تنقیص کرتا ہے۔ دنیا کی کسی قوم سے اسلام کو نفرت نہیں ہے۔ نہ کسی علم سے تعصب ہے۔ اسلام وحی و ہدایت کا دین ہے۔ زمان و مکان کے تعصبات سے بالا ہے۔ البتہ یہ بات واضح رہے کہ معلومات کے اس ذخیرہ میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ ان کو حق کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے تاکہ حق باطل سے چھٹ کر جدا ہو جائے۔ اس لیے ان علوم کی ترتیب اور تدوین جدید کی ضرورت ہے۔ اخذ و ترک اور اصلاح ہدایت الٰہی کی روشنی میں کرتا ہے۔ اس طرح منقح اور مصفیٰ کرنے کے بعد ان علوم کو وہ اپنے

نصاب میں شامل کرلینا ہے۔ اسلامی نصاب کا دوسرا جزو علوم عمرانی ہے۔ تاریخ، جغرافیہ، معاشیات عمرانیات، سیاسیات، نفسیات، تدریسیات، فلسفہ وغیرہ۔ علوم ہدایت کے بعد علوم عمرانی کی اہمیت دوسرے درجے پر ہے۔

۳۔ خلافت کے فرائض انسان کو اس دنیا میں انجام دینے ہیں۔ یہاں اس کو ایک معاشرہ اور ایک صالح تمدن برپا کرنا ہے۔ زمین کی نعمتوں اور اس میں مدفون خزانوں سے انسانوں کی زندگی کو مالا مال کرنا ہے۔ منصب خلافت پر فائز کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو علمِ اشیاء عطا کیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کو فرشتوں پر برتری حاصل ہوئی تھی۔ یہ اسی جانب اشارہ تھا۔ اس لیے تمام زمینی علوم مادی علوم ــــ کا مطالعہ ضروری تھا۔ اسلام سائنسی علوم کی ہمت افزائی کرتا ہے۔ بلکہ سائنسی نقطۂ نظر دنیا کو اسلام نے ہی دیا ہے۔ سائنس کے کسی انکشاف سے اسلامی تعلیمات کو کوئی اندیشہ لاحق نہیں ہے وہ خلق اللہ ہے یہ کلام اللہ ہے۔ اس لیے طبیعیات، کیمیا، حیاتیات، ارضیات، فلکیات وغیرہ کا علم فرائض خلافت کے ادا کرنے میں ممد و معاون ہے۔ ان کا جاننا اور سیکھنا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح فنی اور ٹیکنیکل علوم میں مہارت حاصل کرنا بھی ناگزیر ضرورت ہے۔ ڈاکٹر، انجینئر، صناع، ماہرینِ فنون اسلامی معاشرہ کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ البتہ ان سب کو ہدایتِ الٰہی کی روشنی میں سنوارنا ضروری ہے۔ ان میں سے بعض کا لادینی لبادہ اتار کر انہیں موزوں لباس مہیا کرنا ہوگا۔ اسلامی نصاب کا یہ تیسرا حصہ ہے۔

ان علوم کی باہمی قدر و قیمت اور درجہ بندی بھی اسلام نے مقرر کردی ہے۔ انسان، کائنات اور خداوند تعالیٰ تین واضح حقیقتیں ہیں۔ ان کے مابین تعلقات اور روابط کی نوعیت بھی دائمی ہے۔ کسی تغیر اور اضافہ کا اس میں امکان نہیں ہے۔ یہ روابط اور تعلقات ہدایت الٰہی کے بتاتے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہدایتی حصہ دائمی اور ناقابلِ تغیر ہے۔ ہر ملک میں اور ہر دور میں یہ مسلمانوں کی تعلیم کا اوّلین جزو رہا ہے۔ علوم ہدایت کا حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض عین ہے۔ یعنی ایک ایک مسلمان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ علم دین حاصل کرے۔ اگر وہ یہ علم حاصل نہیں کرے گا یا کوتاہی برتے گا تو گنہگار ہوگا۔ اور ساتھ ہی وہ مسلمان معاشرہ بھی گناہ کا مرتکب قرار پائے گا جس میں ایسے نادان مسلمان پائے جاتے ہیں۔

علوم عمرانی اور علوم سائنس سب انسان کی محنت سے پروان چڑھے ہیں۔ آیندہ بھی اس میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ ترقی پذیر اور تغیر پذیر ہیں۔ اسلام جدید ترین معلومات حاصل کرنے میں کسی تعصب میں مبتلا نہیں ہے۔ ان علوم کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان علوم کے جاننے والے ہر مسلمان ملک میں اور ہر زمانے میں ایک معقول تعداد میں موجود رہنے چاہییں۔ اگرچہ ایک ایک فرد کے لیے ان کا جاننا کچھ ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر معاشرہ میں کوئی ایک شخص بھی ان علوم سے واقف کار نہ باقی ہو تو پھر وہ پورا معاشرہ گناہ کا مرتکب قرار پائے گا۔

قدیم اسلامی مدارس کی اصطلاح میں ہدایتی حصہ کو علوم منقول کہا جاتا ہے۔ یہ علوم وحی الٰہی اور سنتِ رسول سے حاصل کردہ ہیں۔ علوم عمرانی اور علوم سائنس کو علوم معقول کہا جاتا ہے۔ یہ علوم عقلِ انسانی کی کوششوں سے مدون ہوتے ہیں۔ اسلامی نصابِ تعلیم ہر دور میں علوم منقول اور علوم معقول ——— منقولات اور معقولات ——— سے مل کر ترتیب پاتا ہے۔

اب ذرا ایک نظر موجودہ دور کے قدیم اور جدید مدارس پر بھی ڈالنا چاہیے۔ قدیم مدارس میں صدیوں سے جمود طاری ہے۔ معقولات میں وہی یونان زدہ قدیم علوم پڑھائے جا رہے ہیں۔ اگرچہ زمانہ اب یونانی علوم کو بہت پیچھے چھوڑ چکا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علوم منقول کو بھی جدید اسلوبِ بیان اور ترتیب میں پیش کیا جائے۔ ان کو زندہ علوم کی طرح پڑھایا جائے اور علوم معقول میں جدید علوم کا اضافہ کیا جائے۔ اسکولوں اور کالجوں کا حال اور بھی ابتر ہے۔ علوم منقول کا تو وہاں سرے سے گزر ہی نہیں۔ ہدایتی حصہ کو تو وہاں داخلہ ہی نہ مل سکا۔ علوم معقول بھی اہل مغرب سے لے کر جوں کے توں پڑھائے جاتے ہیں۔ ان میں کسی اصلاح کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ بہرکیف ضرورت شدید اس امر کی ہے کہ اسلامی نظامِ تعلیم و تدریس کو از سرِ نو اسلامی خطوط پر مرتب کیا جائے۔ مخلص اور وسیع النظر مسلمان اہل علم جدید نصاب کو ترتیب دیں۔ جس طرح امام غزالی اور سعید الدین تفتازانی اپنے دور میں یہ فریضہ انجام دے چکے ہیں۔